الربیع بن خثیم رحمہ اللہ

ماخوذ! صور من حیاۃ التابعین

اے ابویزید اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو دیکھ لیتے تو ضرور آپ سے محبت کرتے' (عبداللہ بن مسعودؓ)

ہلال ابن اساف اشجعی تابعین کے پہلے طبقے سے ایک نہایت ثقہ اور معتبر تابعی تھے۔ انہوں نے منذر ثوری سے کہا جو تابعین کے آخری طبقے سے تھے "اے منذر! کیا میں آپ کو شیخ کامل کی طرف نہ لے چلوں ؟ شاید ہم ایک گھڑی تک ایمان کی تازگی حاصل کر سکیں" منذر نے کہا: " کیوں نہیں ضرور لے چلئے" اللہ کی قسم مجھے کوفہ میں آپ کے شیخ ربیع بن خثیم سے ملاقات کی چاہت ہی لائی ہے نیز ان کے ایمانی ماحول میں کچھ وقت زندگی بسر کرنے کا شوق ہی مجھے یہاں کھینچ لایا ہے۔ مگر کیا آپ نے ان کے پاس ہمارے جانے کی اجازت حاصل کرلی ہے؟ مجھے تو بتایا گیا ہے کہ جب سے انہیں فالج کی تکلیف لاحق ہوئی ہے وہ اپنے گھر ہی کے ہو گئے ہیں اپنے رب ہی کے ساتھ ان کا لگاؤ ہے۔ اور لوگوں کی ملاقات سے کنارہ کش اور تنگ دل ہیں"

حضرت ہلال نے کہا: "بیشک جب سے اہل کوفہ نے انہیں جانا پہچانا ہے وہ اسی طرح ہیں جیسے پہلے تھے اور بیماری نے ان کی کسی کیفیت کو تبدیل نہیں کیا"

منذر نے کہا: "پھر ان کے پاس جانے میں کوئی حرج نہیں" مگر آپ جانتے ہیں کہ ان بزرگوں کے مزاج بہت لطیف و نازک ہوتے ہیں۔ سو آپ کا خیال ہے کہ ہم ان کے پاس جا کر حسب ارادہ ان سے سوالات کریں یا خاموش رہ کر ان کے ارشادات کو سنتے رہیں؟ حضرت ہلال نے فرمایا: "اگر آپ ربیع کے پاس پورا سال بیٹھے رہیں تو جب تک آپ نہیں بولیں گے اس وقت تک وہ آپ سے بات نہیں کریں گے۔ اور نہ وہ آپ سے بات کرنے میں پہل کریں گے جب تک آپ ان سے کوئی سوال نہیں کریں گے اس لئے

کہ انہوں نے اپنے کلام کو ذکر الٰہی اور اپنی خاموشی کو فکر آخرت سے معمور کر رکھا ہے" منذر نے کہا: "تب ہم اللہ کی برکت سے ان کی طرف جاتے ہیں" پھر وہ دونوں شیخ کی طرف چل پڑے۔ جب ان کے پاس پہنچے تو انہیں سلام کیا اور عرض کیا: "کیا حال ہے شیخ محترم کا؟ تو انہوں نے فرمایا: "اس نے کمزوری اور گنہگاری کی حالت میں صبح کی ہے اس رب کریم کا رزق کھا رہا ہے اور اپنی موت کا انتظار کر رہا ہے" اس پر ہلال نے ان سے کہا: "کوفہ میں ایک ماہر طبیب آیا ہوا ہے۔ کیا اسے بلانے کی آپ مجھے اجازت دیتے ہیں ؟ تو انہوں نے فرمایا: "اے ہلال! میں جانتا ہوں کہ دوا اور علاج معالجہ کرنا درست اور حق ہے مگر میں نے قوم عاد و ثمود' اصحاب الرس اور ان کے درمیان والی قوموں کے حالات پر بہت غور کیا ہے۔ میں نے دنیوی مال و متاع کے سلسلہ میں ان کی حرص اور چاہت کا اچھی طرح جائزہ لیا ہے۔

وہ قوت' صلاحیت اور قدرت میں بہت زیادہ تھے۔ اور ان میں طبیب بھی تھے بیمار بھی تھے سو نہ علاج کرنے والا بچا اور نہ بیمار" پھر انہوں نے ایک لمبی آہ بھری اور فرمایا "اگر یہ کوئی قابل علاج بیماری ہوتی تو ہم اس کا ضرور علاج کراتے" منذر نے اجازت چاہی اور کہا: "تو جناب شیخ میرے آقا! یہ کونسی بیماری ہے؟" انہوں نے فرمایا: یہ بیماری دراصل میرے گناہ ہیں۔ منذر نے کہا اس کا علاج کیا ہے۔ تو فرمایا "علاج اس کا استغفار ہے" منذر نے کہا! "شفا کس طرح حاصل ہوتی ہے؟ انہوں نے فرمایا: "اس طرح کہ توبہ کر کے تو دوبارہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے" پھر گہری نظر سے ہماری طرف دیکھا اور فرمایا: "بھید کھل جائیں گے بھید کھل جائیں گے"

"اپنے پوشیدہ گناہوں کا مداوا کرو اور ان کی سزا سے بچاؤ اختیار کرو اس لئے کہ وہ لوگوں سے تو پوشیدہ ہیں مگر اللہ تعالیٰ پر بالکل ظاہر ہیں" ان کی دوا تلاش کرو" منذر نے کہا: "ان کی دوا کیا ہے؟" تو شیخ نے فرمایا: "خالص اور سچی توبہ" یہ کہہ کر شیخ رو پڑے یہاں تک کہ ان کے آنسوؤں نے ان کی داڑھی کو تر کر دیا۔ پھر کہا: "بہت بعید ہے گناہوں سے

نجات اور چھٹکارا" میں کیوں نہ روؤں؟ میں نے ایسے لوگوں کو پایا ہے یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو پایا اور دیکھا ہے جن کے پہلو میں ہم چوروں کی حیثیت رکھتے ہیں" ہلال نے کہا: ہم اسی سوچ وبچار میں تھے کہ ہمارے پاس شیخ کا بیٹا آیا اس نے سلام کیا اور کہا: "ابا جان! میری ماں نے آپ کے لئے بہترین حلوہ تیار کیا ہے اور اگر آپ اس میں سے تھوڑا سا کھالیں تو اس کی دلجوئی ہو گی" شیخ نے فرمایا "لے آ اسے" وہ اسے لانے کے لئے نکلا ہی تھا کہ ایک سائل نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ تو شیخ نے فرمایا "اسے اندر لے آؤ" پھر جب وہ سائل گھر کے صحن میں داخل ہوا تو میں نے اس کی طرف دیکھا وہ پھٹے پرانے کپڑوں والا بوڑھا آدمی تھا اسکی ٹھوڑی پر اس کا لعاب دہن (تھوک) بہہ رہا تھا اور اس کے چہرے کے آثار سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک پاگل اور بے عقل آدمی ہے۔ میں نے اس سے ابھی اپنی نگاہ اٹھائی نہ تھی کہ شیخ کا بیٹا حلوے کا ایک بڑا تھال لے کر آگیا۔ اس کے والد نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ وہ اسے سائل کے سامنے رکھ دے۔ اس نے وہ تھال سائل کے سامنے رکھ دیا۔ وہ آدمی اس تھال کی طرف بڑھا اور جو کچھ اس میں تھا اسے بری طرح نگلنے لگا۔ اور اس کا تھوک اس کے اوپر گر رہا تھا۔ وہ پیہم کھاتا رہا۔ یہاں تک کہ پورے تھال کو چٹ کر گیا۔ شیخ کے بیٹے نے ان سے کہا: "اے ابا جان! اللہ آپ پر رحم کرے میری والدہ نے تکلیف اور محنت سے آپ کے لئے یہ حلوہ تیار کیا تھا۔ اور ہم سب جانتے تھے کہ آپ وہ ضرور کھائیں گے مگر آپ نے وہ ایسے شخص کو کھلا دیا۔ جو نہیں جانتا کہ اس نے کیا کھایا؟ اس پر شیخ نے فرمایا: "اے میرے بیٹے! اگر وہ نہیں جانتا تو کیا ہوا اللہ تعالیٰ تو خوب جانتا ہے" پھر اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تلاوت فرمائی۔

"لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون" (آل عمران: ۹۲۔)

تم ہرگز نیکی نہیں پاؤ گے یہاں تک کہ تم (اللہ کی راہ میں) وہ چیز خرچ کر دو۔ جسے تم (زیادہ) پسند کرتے ہو" اسی صورت حال میں ان کے رشتہ داروں میں سے ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: "اے ابویزید! حسین بن فاطمہ رضی اللہ عنھما قتل کر دیئے گئے ہیں"

یہ سن کر انہوں نے کہا: **(انا للہ وانا الیہ راجعون)** پھر اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تلاوت کی:

(قل اللھم فاطر السموات والارض علم الغیب والشھادۃ انت تحکم بین عبادک فیما کانوا فیہ یختلفون" (الزمر: ۴۸)

"اے میرے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے' چھپی اور ظاہر چیزوں کو جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے ان امور کا فیصلہ کرے گا۔ جن میں وہ اختلاف کرتے تھے" خبر دینے والے شخص کو شیخ کے اس کلام سے اطمینان نہ ہوا تو اس نے شیخ سے کہا: "حسین کے قتل میں تیری کیا رائے ہے؟" اس نے کہا: "میں کہتا ہوں اللہ کی طرف ان کا لوٹ کر جانا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے ذمے ان کا حساب ہے" ہلال نے کہا: میں نے دیکھا کہ نماز ظہر کا وقت قریب آگیا ہے تو میں نے شیخ سے عرض کیا: مجھے کوئی نصیحت فرمایئے" انہوں نے فرمایا: "اے ہلال! تیرے بارے میں لوگوں کا زیادہ تعریف کرنا تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے۔ اس لئے کہ لوگ تو تیرے ظاہر ہی کو جانتے ہیں اور جان لے کہ تو اپنے اعمال کی طرف جانے والا ہے۔ اور ہر وہ عمل جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی مطلوب نہ ہو وہ ختم ہو جاتا ہے۔" منذر نے ان سے کہا مجھے اور بھی نصیحت فرمایئے تو آپ جزائے خیر پائیں گے۔ تو آپ نے فرمایا! "اے منذر! جس بات کا تجھے علم ہے اس کے بارے میں اللہ سے ڈرتا رہ اور جس امر کا علم تجھ سے پوشیدہ ہو اور تو اس کے بارے میں صحیح علم نہ رکھتا ہو۔ اسے اس کے جاننے والے کے سپرد کر دے" اے منذر! تم میں سے کوئی آدمی یہ تو نہ کہے اے اللہ میں توبہ کرتا ہوں تیری طرف رجوع کرتا ہوں پھر صحیح توبہ نہ کرے تو اس کا وہ کہنا جھوٹ قرار پائے اس کی بجائے یوں کہے اے اللہ! تو اپنی رحمت کے ساتھ میری طرف توجہ فرما۔ اس طرح کہنا اس کی دعا شمار ہو گی۔ اور اے منذر! جان لے **لاالہ الا اللہ** کہنے' اللہ اکبر کہنے' سبحان اللہ کہنے بھلائی کا سوال کرنے' برائی سے پناہ مانگنے' نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے اور قرآن کی تلاوت

کے علاوہ کسی کلام میں کوئی بھلائی نہیں ہے" شیخ سے منذر نے کہا: "ہم آپ کے ساتھ بیٹھے رہے ہیں ہم نے بات کی وضاحت کے لئے آپ کو شعر کہتے نہیں سنا حالانکہ ہم نے آپ کے بعض ساتھیوں کو ایسا کرتے دیکھا ہے" شیخ نے فرمایا: "جو بات بھی تو یہاں "اس دنیا میں" کہتا ہے اسے لکھ لیا جاتا ہے۔ اور وہ تجھے وہاں قیامت کے دن پڑھ کر سنا دی جائے گی۔ اور میں ناپسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال نامے میں کوئی شعر پایا جائے اور وہ مجھے حساب کے دن پڑھ کر سنایا جائے" پھر ہم سب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "کثرت سے موت کو یاد کرو وہ ایسا غائب ہے جس کا انتظار کیا جا رہا ہے اور جب کسی غائب چیز کے غائب رہنے کا عرصہ دراز ہو جائے تو اچانک اس کی واپسی اور حاضر ہونے کا قریبی امکان ہوتا ہے۔ پھر شیخ کے آنسو بہہ نکلے اور انہوں نے فرمایا: "کل ہم کیا کریں گے **اذا دکت الارض دکا دکا۔ وجاء ربک والملک صفا صفا...**" جب زمین بری طرح ہلا دی جائے گی۔ اور تیرا رب اور فرشتے صف بستہ ہو کر آئیں گے۔ "**وجیئی یومئذ بجھنم**" اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا۔؟ ھلال نے کہا: حضرت ربیع نے ابھی اپنا کلام ختم نہیں کیا تھا۔ کہ ظہر کی اذان ہو گئی وہ اپنے بیٹے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "آیئے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کریں" ان کے بیٹے نے ہم سے کہا: "انہیں مسجد تک لے جانے میں آپ میری مدد کریں آپ کو بہتر جزا ملے" سو ہم نے انہیں اٹھایا لہٰذا انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بیٹے کے شانے پر اور بایاں ہاتھ میرے شانے پر رکھا۔ اور ہمارے درمیان سہارے سے چلنے لگے ان کے پاؤں زمین پر لکیریں کھینچ رہے تھے۔ منذر نے ان سے کہا: "اے ابویزید! اللہ تعالیٰ نے آپ کو رخصت دی ہے اگر آپ گھر ہی میں نماز پڑھ لیتے تو......؟" انہوں نے فرمایا: "بات اسی طرح ہے جس طرح تو نے کہا ہے مگر میں نے پکارنے والے کی پکار کو سنا: "آؤ نجات کی طرف آؤ نجات کی طرف لہٰذا جو شخص تم میں سے پکارنے والے کو سنے کہ وہ نجات کی طرف بلا رہا ہے۔ تو اسے چاہئے کہ اس کی دعوت کو ضرور قبول کرے اگرچہ پیٹ کے بل رینگتے ہوئے چل کر جائے۔ یہ ربیع بن

خثیم کون ہیں؟ یہ جلیل القدر تابعین میں سے ایک۔ بلند وبالا شخصیت کے مالک ہیں اور ان آٹھ حضرات میں سے ہیں جن کے زمانے میں زہدو ورع اور تقویٰ کی انتہا تک انتہاء ہو چکی تھی وہ عربی الاصل اور رسول ﷺ کے ایک دادا مضر سے نسبی تعلق رکھتے ہیں ان کا نسبی رشتہ رسول ﷺ کے ساتھ ان کے دادا الیاس اور مضر میں جا ملتا ہے۔ بچپن ہی سے ان کی نشو ونما اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمان برداری میں ہوئی تھی اور انہوں نے اپنے نفس کو اس کے پروان چڑھتے ہی تقوی کی راہ پر گامزن کر دیا تھا۔ ان کی والدہ رات کو سونے کے بعد جب بھی بیدار ہوتی تھی۔ تو وہ اپنے نو عمر بیٹے کو اپنے محراب عبادت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے قیام میں پاتی تھیں۔ نیز وہ انہیں دعا ومناجات میں تسبیح کرتے ہوئے اور اپنی نماز میں غرق پاتی تھی۔ تب وہ انہیں پکار کر کہتی تھی۔ "اے میرے پیارے بیٹے! اے ربیع کیا تو سوئے گا نہیں؟" وہ جواب میں عرض کرتے: "وہ شخص کیسے سو سکتا ہے جس پر رات کی تاریکی چھا گئی ہو۔ اور اسے دشمنوں کے حملے کا بھی اندیشہ ہو؟" یہ سن کر ضعیف وناتواں بڑھیا کے رخساروں پر آنسو بہہ جاتے اور وہ ان کے لئے خیرو عافیت کی دعا کرتی تھی اور جب ربیع جوان ہوئے تو ان کے ساتھ ہی ان کا زہد و تقویٰ بھی جوان ہو گیا اور ان کی نشوونما کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے ان کے خوف و خشیت میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ ان کی عاجزی اور رات کی تاریکی میں ان کی آہ وزاری کی شدت نے ان کی والدہ کو نہایت نرم دل اور کمزور کر دیا تھا۔ لوگ میٹھی نیند کے مزے لے رہے ہوتے تھے اور وہ بیٹے کے متعلق مختلف قسم کے گمانوں میں مبتلا ہوتی تھیں۔ پھر وہ انہیں پکارتے ہوئے کہتیں: "میرے پیارے بیٹے تجھے کیا تکلیف لاحق ہوئی ہے؟" شاید تو نے کوئی جرم کیا ہے...... شاید تو نے کسی جان کو قتل کیا ہے......! حضرت ربیع جواب دیتے: "جی ہاں اے میری والدہ محترمہ میں نے ایک نفس کو قتل کیا ہے" وہ افسوس بھرے لہجہ میں کہتیں: "وہ مقتول کون ہے اے میرے پیارے بیٹے! ہم لوگوں کو اس کے وارثوں کی طرف بھیجیں۔ شاید وہ تجھ سے درگزر کر لیں۔ اللہ کی قسم اگر مقتول کے

وارث اس آہ وبکا اور مسلسل بے خوابی کی وجہ سے تیری تکلیف اور مصیبت کو جان لیں۔ تو ضرور تجھ پر رحم کریں گے" یہ سن کر حضرت ربیع نے کہا: "میرے بارے میں کسی سے بات نہ کریں۔ میں نے تو اپنے ہی نفس کو گناہوں کی وجہ سے قتل کر دیا ہے" حضرت ربیع بن خثیم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی شاگردی اختیار کی جو سب صحابہؓ سے سیرت و صورت میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب تھے۔ استاد گرامی قدر کے ساتھ حضرت ربیع نے ایسا تعلق رکھا جو بیٹے کو اپنی ماں کے ساتھ ہوتا ہے استاد نے بھی شاگرد کے ساتھ اسی طرح محبت کی جسطرح باپ اپنے بیٹے کے ساتھ محبت کرتا ہے لہٰذا وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بغیر اجازت لئے آجایا کرتے تھے۔ پھر جب تک حضرت ربیع اٹھ کر چلے نہ جاتے تھے۔ اس وقت تک کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ربیع کے نفس کی پاکیزگی' دل کے خلوص اور ان کی عبادت کی عمدگی اور خوبی کو دیکھتے تھے تو ان کا دل افسوس اور حزن سے لبریز ہو جاتا تھا۔ کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے کافی دیر بعد پیدا ہوئے اور آپ کی صحبت سے محروم رہے۔ وہ ان سے کہا کرتے تھے: "اے ابو یزید! "اگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو دیکھ لیتے تو ضرور آپ سے محبت کرتے" وہ ان سے یوں بھی کہا کرتے تھے: میں نے آپ کو جب بھی دیکھا ہے مجھے خشوع وخضوع کرنے والے صالحین کی یاد آئی ہے یعنی آپ کو دیکھ کر خضوع وخشوع کرنے والے نیک بندوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مندرجہ بالا قول میں کوئی مبالغہ نہیں۔ فی الواقع ربیع بن خثیم اللہ تعالیٰ کے خوف' زہدوورع اور تقویٰ کے اس مقام تک پہنچے تھے۔ جس پر ان کے طبقہ میں سے شاید ہی کوئی پہنچا ہو۔ اور اس بارے میں ان کے جو حالات معلوم ہوئے ہیں ان سے تاریخ کے صفحات ہمیشہ روشن رہیں گے۔ ان کے ایک ساتھی نے ایک واقعہ بیان کیا: "میں ربیع بن خثیم کے ساتھ بیس سال تک رہا مگر میں نے ان سے جو بات بھی سنی وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے والی نیکی کی حیثیت رکھی تھی" پھر اس نے اللہ تعالیٰ کے اس

ارشاد کی تلاوت کی۔ **"الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ"** (فاطر:۱۰)

"اسی کی طرف پاکیزہ کلمات بلند ہوتے ہیں اور نیک اعمال کو وہ بلندی عطا فرماتا ہے۔"

ان کے متعلق عبدالرحمٰن بن عجلان نے خبر دیتے ہوئے بتایا: "میں نے حضرت ربیع کے پاس ایک رات بسر کی جب انہیں یقین ہوگیا کہ میں سو گیا ہوں تو نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے پھر اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تلاوت کی:

"ام حسب الذین اجترحوا السیات ان نجعلھم کالذین امنوا الصالحات سواء محیاھم ومماتھم ساء مایحکمون" (الجاثیہ: ۲۲)

"کیا برائی کا ارتکاب کرنے والے لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ زندگی اور موت کے لحاظ سے ہم انہیں ان لوگوں کے برابر قرار دیں گے۔ جو (صحیح اور سچا) ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے (اگر ان کا یہی خیال ہے تو) وہ بہت برا فیصلہ کرتے ہیں"

انہوں نے نماز میں اسی آیت کی تلاوت کرتے ہوئے پوری رات گزار دی۔ یہاں تک کہ فجر طلوع ہوگئی۔ حال یہ تھا کہ ان کی آنکھیں بے حد آنسو بہا رہی تھیں۔

حضرت ربیع کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے خوف وخشیت کے متعلق بہت سے واقعات ہیں۔ ان کے ساتھیوں کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے: " ایک دن ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر میں نکلے ربیع بن خثیم بھی ہمارے ساتھ تھے جب ہم دریائے فرات کے کنارے پہنچے تو ہمارا گذر ایک بہت بڑی بھٹی کے پاس سے ہوا جس میں آگ بھڑک رہی تھی۔ اور اس کی چنگاریاں اڑ رہی تھیں۔ اسکے شعلوں کی لپیٹیں ابھر رہی تھیں۔ اور ان کا شور سنائی دے رہا تھا۔ اس بھٹی میں پتھر ڈالے گئے تھے۔ تاکہ جل کر چونے میں تبدیل ہو جائیں۔" جب ربیعؒ نے آگ کو دیکھا۔ تو اس وقت اپنی جگہ پر رک گئے اور انہیں سخت لرزہ لاحق ہوگیا اسی وقت انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تلاوت کی:

باقی ص ۳۸ پر